از عدالتِ عظمیٰ[1]

تاریخ فیصلہ: فروری 6، 1958

کانتا پرساد
بنام
دہلی ایڈمنسٹریشن
(اور منسلک اپیل)

(بی پی سنہا اور جیفر امام جسٹس صاحبان)

فوجداری قانون—معافی کی منظوری—ضلعی مجسٹریٹ کا اختیار—خصوصی جج کی عدالت کے ذریعے قابل سماعت مقدمہ—سیشن عدالت—معافی طلب کرنے کا بیک وقت دائرہ اختیار—انسداد رشوت ستانی ایکٹ، 1947 (2، سال 1947)، دفعہ 5 (2)—فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ، 1952 (46، سال 1952)، دفعات 8 (2) (3)، 9—مجموعہ ضابطہ فوجداری (ایکٹ 5، سال 1898)، دفعات 337,338۔

اپیل گزاروں کو تعزیرات ہند کی دفعہ 120 B اور دفعہ 1 کے تحت اور انسداد رشوت ستانی ایکٹ 1947 کی دفعہ 5 (2) کے تحت مجرم قرار دیا گیا تھا، خصوصی جج کی عدالت نے فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ 1952 کے تحت دلیل دی تھی، ان کے لیے اے یہ تھا کہ سزا اس بنیاد پر غلط تھی کہ ضلعی مجسٹریٹ کی طرف سے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 337 کے تحت سرکاری گواہ کو دی گئی معافی، جس کی بنا پر خصوصی جج نے گواہ کے طور پر اس سے پوچھ گچھ کی تھی، دائرہ اختیار سے باہر تھی۔ دلیل تھی کہ دفعہ 337 کی توضیعات اس معاملے پر لاگو نہیں ہوتیں، کیونکہ انسداد رشوت ستانی ایکٹ، 1947 دفعات 5 (2) کے تحت جرم کی سزا قید ہے جس کی مدت دس سال تک ہو سکتی ہے، جبکہ مجموعہ ضابطہ فوجداری دفعات 337 نے ضلع مجسٹریٹ کو خصوصی طور پر عدالت عالیہ یا سیشن کورٹ کے ذریعے قابل سماعت کسی جرم یا کسی ایسے جرم کی صورت میں معافی دینے کے قابل بنایا جس کی سزا دس سال قید ہو سکتی ہے.. لیکن فوجداری قانون (ترمیم)

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

ایکٹ، 1952 دفعات 8(3) اور 9 کے تحت، مجموعہ ضابطہ فوجداری کے مقاصد کے لیے۔ خصوصی جج کی عدالت کو بغیر فیصلہ ساز کمیٹی کے مقدمات کی سماعت کرنے والی سیشن عدالت سمجھا جاتا ہے:

قرار پایا گیا کہ اگرچہ جرم خصوصی طور پر خصوصی جج کی عدالت کے ذریعے قابل سماعت تھا، لیکن ضلع مجسٹریٹ کو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 337 کے تحت معافی دینے کا اختیار حاصل تھا، کیونکہ خصوصی جج کی عدالت قانون کے مطابق ایک عدالت تھی۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: فوجداری اپیل نمبر 202 اور 203، سال 1957۔

دہلی میں پنجاب عدالت عالیہ (سرکٹ بنچ) کے 16 نومبر 1956 کے فیصلے اور حکم سے فوجداری اپیل نمبر D-31 اور C-506، سال 1956 میں 31 اگست کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہونے والی خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل۔ 1956، دہلی میں خصوصی جج کی عدالت، رشوت خوری کیس نمبر 8، سال 1956 میں۔

ڈی آر کالیا اور کے ایل اروڑا، فوجداری اپیل نمبر 202، سال 1957 میں اپیل کنندہ کے لیے۔

ڈی آر کالیا اور رگھوناتھ، فوجداری اپیل نمبر 203، سال 1957 میں اپیل کنندہ کے لیے۔

ایچ جے امریگر اور آر ایچ دھیبر، دونوں اپیلوں میں مدعاعلیہ کے لیے۔

6.1958 فروری۔

عدالت کا فیصلہ امام جسٹس نے سنایا۔

اپیل گزار، جو واقعے کے وقت پولیس کانسٹیبل تھے، کو دہلی کے خصوصی جج نے تعزیرات ہند کی دفعہ 120B اور دفعہ 224/109 اور انسداد رشوت ستانی ایکٹ (2، سال 1947) کی دفعہ 5 (2) کے تحت مجرم قرار دیا تھا۔ انہیں انسداد رشوت ستانی ایکٹ 1947 دفعات 5(2) کے تحت دو سال کی قید بامشقت اور تعزیرات ہند کی دفعات 120B اور 224/109 میں سے ہر ایک کے تحت نو ماہ کی قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ قید کی سزاؤں کو بیک وقت چلانے کی ہدایت کی گئی تھی۔ پنجاب عدالت عالیہ میں ان کی اپیلیں مسترد کر دی گئیں اور موجودہ اپیلیں خصوصی اجازت کے ذریعے ہیں۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

استغاثہ کا مقدمہ، جیسا کہ الزام میں بیان کیا گیا ہے، یہ تھا کہ اپیل گزاروں نے دہلی میں رام سرن داس، سرکاری گواہ، ایم پی کھرے، نند پرکاش کپور اور مراری کے ساتھ 6 اور 16 نومبر 1955 کے درمیان سازش کی تھی تاکہ ایک زیر سماعت قیدی ایم پی کھرے کی قانونی تحویل سے فرار ہو سکیں، اور یہ کہ انہوں نے ایم پی کھرے کو قانونی تحویل سے فرار کرنے کے لیے 1000 روپے اور دیگر مالی فوائد کو غیر قانونی رشوت کے طور پر قبول کرنے پر بھی اتفاق کیا تھا اور یہ کہ مذکورہ بالا کے مطابق انہوں نے سازش کی تھی کہ انہوں نے ایم پی کھرے کو فرار ہونے میں مدد کی تھی اور انہوں نے نند پرکاش کپور سے غیر قانونی رشوت قبول کی تھی۔ نچلی عدالتوں کے نتائج سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ایم پی کھرے قانونی تحویل سے فرار ہو گئے تھے اور اپیل گزاروں نے انہیں ایسا کرنے کے قابل بنایا تھا اور انہوں نے ایم پی کھرے کو قانونی تحویل سے فرار ہونے کے قابل بنانے میں ادا کیے گئے کردار کے لیے غیر قانونی رشوت کے طور پر رقم وصول کی تھی۔

اپیل گزاروں کے فاضل وکیل نے اپنی اس دلیل کی حمایت میں ہمارے غور و فکر کے لیے پانچ نکات پیش کیے تھے کہ اپیل گزاروں کی سزا کو ایک طرف رکھ دیا جانا چاہیے (1) مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 337 کے تحت دہلی کے ضلع مجسٹریٹ کی طرف سے سرکاری گواہ رام سرن داس کو دی گئی معافی دائرہ اختیار اور اختیار سے باہر تھی۔ نتیجتاً، استغاثہ کے معاملے میں سرکاری گواہ کا ثبوت قابل قبول نہیں تھا (2) تعزیرات ہند کی دفعہ 224 کے تحت جرم کرنے کی سازش کا جرم نہیں کیا گیا تھا لیکن وہ جرم، اگر بالکل بھی ہو تو، تعزیرات ہند کی دفعہ 222 کے تحت ایک تھا۔ چونکہ تعزیرات ہند کی دفعہ 222 کے تحت ایک جرم ایک ناقابل شناخت جرم ہے اس لیے تعزیرات ہند کی دفعہ B 120 کے تحت کوئی سزا مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196A کے تحت منظوری کی عدم موجودگی میں نہیں دی جا سکتی تھی (3) گواہ استغاثہ میلہ رام، گواہ استغاثہ 6، اور شیو پرساد، گواہ استغاثہ 7 خود ہی شریک تھے اور اس طرح ان کی گواہی کو مدنظر نہیں رکھا جا سکتا تھا (4) اپیل گزاروں کی کوئی جائز شناختی پریڈ نہیں کی گئی تھی (5) الزام جیسا کہ وضع کیا گیا ہے، مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 233 کی لازمی دفعات کی خلاف ورزی ہے۔

نکات 3، 4 اور 5 کو شروع میں ہی نمٹا دیا جا سکتا ہے۔ ہم نے میلہ رام اور شیو پرساد کے شواہد کا جائزہ لیا ہے اور ان کے شواہد میں ایسا کچھ نہیں ملتا جو انہیں ساتھی کے طور پر ثابت کرے۔ ایسا نہیں لگتا کہ عدالت عالیہ کے سامنے کبھی اس بات پر زور دیا گیا تھا کہ یہ گواہ ساتھی تھے اور ان کے شواہد کو سرکاری گواہ کی تصدیق کے لیے زیر غور نہیں لایا جا سکا۔ تاہم، اس بات پر زور دیا گیا کہ یہ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

گواہ ناقابل اعتماد ہیں کیونکہ انہیں علم تھا کہ ایم پی کھرے کو قانونی حراست سے فرار ہونے کے قابل بنانے کی کوشش کی جائے گی اور پھر بھی انہوں نے اس کے بارے میں کسی اختیار کو مطلع نہیں کیا۔ جہاں تک ان گواہوں کی معتبریت کا تعلق ہے تو نچلی عدالتیں ان پر یقین کرنے کی حقدار تھیں اور ہمارے سامنے ایسا کچھ بھی پیش نہیں کیا گیا جس سے ہمیں اس بات پر قائل کیا جا سکے کہ ہم نچلی عدالتوں سے مختلف نقطہ نظر اختیار کریں۔

جہاں تک جائز شناختی پریڈ کا تعلق ہے، یہ سچ ہے کہ کوئی جائز شناختی پریڈ منعقد نہیں کی گئی تھی۔ اپیل کنندگان پولیس حکام کو جانتے تھے جنہوں نے اپیل کنندگان کے خلاف گواہی دی تھی اور صرف وہ افراد جو انہیں پہلے نہیں جانتے تھے وہ وہ افراد تھے جنہوں نے ایسوسی ایشن کا ثبوت دیا تھا، جسے عدالت عالیہ نے زیادہ اہمیت نہیں دی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان گواہوں کے حوالے سے جائز شناختی پریڈ کا انعقاد کرنا دانشمندانہ ہوتا جو واقعے سے پہلے ملزم کو نہیں جانتے تھے، لیکن اس طرح کی پریڈ کے انعقاد میں ناکامی عدالت میں شناخت کے ثبوت کو ناقابل قبول نہیں بنائے گی۔ اس طرح کی شناخت کے ساتھ جو وزن منسلک کیا جانا چاہیے وہ حقائق کی عدالتوں کا معاملہ ہوگا اور یہ اس عدالت کا کام نہیں ہے کہ وہ شواہد کا دوبارہ جائزہ لے جب تک کہ اس طرح کے کورس کی ضرورت کے لیے غیر معمولی بنیاد قائم نہ ہو جائے۔

یہ سچ ہے کہ تعزیرات ہند کی دفعات 120B، اور انسداد رشوت ستانی ایکٹ 1947 دفعات 5(2) کے تحت کوئی علیحدہ الزامات نہیں بنائے گئے تھے۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری دفعات 233 کے مطابق علیحدہ الزامات بنائے جانے چاہئیں تھے۔ ہماری رائے میں، اس معاملے میں ہونے والی بے ضابطگیوں کو ضابطہ اخلاق کی دفعہ 537 کی توضیعات سے ٹھیک کیا گیا۔ واضح رہے کہ خصوصی جج کے سامنے یہ استدعا کی گئی تھی کہ الگ الگ الزامات مرتب کیے جانے چاہئیں تھے اور یہ کہ ایک ہی الزام تیار نہیں کیا جانا چاہیے تھا لیکن ملزم کے وکیل نے اعتراض کو ترک کر دیا تھا جب خصوصی جج نے اسے بتایا کہ اگر یہ اس دلیل تھی کہ ملزم کو الزام سے تعصب کا شکار کیا گیا تھا، تو وہ الگ الگ سروں کے تحت الگ الگ الزامات مرتب کرے گا اور پھر مقدمے کی سماعت کے ساتھ آگے بڑھے گا۔ مزید بر آں جب الزام وضع کیا گیا تو سرکاری وکیل نے زور دیا تھا کہ ہر جرم کے لیے الگ الگ سروں کے تحت الزامات مرتب کیے جائیں اور انہیں ایک سرے کے تحت ایک ساتھ نہیں جوڑا جانا چاہیے۔ تاہم ملزم کے وکیل نے زور دیا تھا کہ الزام، جیسا کہ تیار کیا گیا ہے، درست ہے۔ ہمیں ایسا لگتا

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

ہے کہ جب الزام تیار کیا جارہا تھا تو اپیل گزاروں کے وکیل نے خواہش ظاہر کی کہ جو الزام تیار کیا گیا ہے وہ قائم رہے اور سرکاری وکیل کے اعتراض کو مسترد کر دیا جائے۔ اب اس بات پر زور نہیں دیا جا سکتا کہ اپیل گزاروں کو بنائے گئے الزام سے تعصب کا سامنا تھا۔ در حقیقت، اپیل گزاروں کے وکیل نے اس اعتراض کو ترک کر دیا اور ہائی کورٹ کے فیصلے میں ایسا کچھ نہیں ہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ یہ دلیل دوبارہ اٹھائی گئی تھی۔ ہم اس مرحلے پر اس طرح کا سوال اٹھانے کی اجازت نہیں دے سکتے۔ اس لیے ہمیں ایسا لگتا ہے کہ مذکورہ بالا نکات 3، 4 اور 5 کے حوالے سے اپیل گزاروں کی جانب سے کی گئی عرضیوں میں کوئی بنیاد نہیں ہے۔

دوسرے نکتے کے حوالے سے، یہاں تک کہ اگر یہ فرض کیا جائے کہ اپیل گزاروں کے خلاف مبینہ جرم تعزیرات ہند کی دفعہ 224 کے تحت نہیں آتا ہے، لیکن تعزیرات ہند کی دفعہ 222 کے تحت آتا ہے، تو یہ یاد رکھنا ہوگا کہ یہ اس معاملے میں علمی مفاد کا ہوگا، اگر اپیل گزاروں کو انسداد رشوت ستانی ایکٹ 1947 کی دفعہ 5(2) کے تحت صحیح طور پر سزا سنائی گئی ہو۔ خصوصی جج اور عدالت عالیہ کے فیصلوں سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ یہ دلیل دی گئی تھی کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 196A کے تحت کوئی منظوری نہیں تھی اور اس کے نتیجے میں عدالت تعزیرات ہند کی دفعہ 120 B کے تحت جرم کا نوٹس نہیں لے سکتی۔ کیا دفعہ 196A کے تحت منظوری دی گئی تھی، یہ حقیقت کا سوال تھا جس پر مقدمے میں اور عدالت عالیہ کے سامنے زور دیا جانا چاہیے تھا۔ اس مرحلے پر حقیقت کے اس سوال میں جانا ناممکن ہے۔ مزید برآں یہ سوال بھی تعلیمی مفاد کا ہے اگر انسداد رشوت ستانی ایکٹ 1947 کی دفعہ 5(2) کے تحت اپیل گزاروں کی سزا اور سزادہی کی تصدیق کی جاتی ہے۔

اب اپیل گزاروں کی جانب سے درخواست کیے گئے پہلے نکتے پر آتے ہوئے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دہلی کے ضلع مجسٹریٹ نے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 337 کے تحت سرکاری گواہ رام سرن داس کو معافی دے دی، جس کے نتیجے میں خصوصی جج نے رام سرن داس سے بطور گواہ پوچھ گچھ کی۔ اس بات پر زور دیا گیا کہ ضلع مجسٹریٹ معافی نہیں دے سکے جب فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ، 1952 کے تحت تشکیل دی گئی خصوصی جج کی عدالت کے ذریعے کیس کی سماعت قابل سماعت تھی۔ انسداد رشوت ستانی ایکٹ 1947 کی دفعہ 5(2) کے تحت جرم کی سزا سات سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں ہو سکتی ہے۔ یہ کوئی ایسا جرم نہیں تھا جس کی سزا دس سال تک قید ہو۔ دفعہ 337 کی توضیعات نے ضلع مجسٹریٹ کو کسی بھی ایسے جرم کے معاملے میں معافی دینے کے قابل بنایا

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

جو خصوصی طور پر عدالت عالیہ یا سیشن کورٹ کے ذریعے قابل سماعت ہو، یا کوئی ایسا جرم جس کی سزا دس سال تک ہو سکتی ہے، یا کوئی ایسا جرم جس کی سزا تعزیرات ہند کی دفعہ 211 کے تحت ہو جس کی سزا سات سال تک ہو سکتی ہے، یا کوئی جرم جس کی سزا تعزیرات ہند کی دفعات 216A، 369، 401، 435 اور 477A کے تحت ہو۔ دفعہ 337 کی یہ توضیعات اس وقت قابل اطلاق نہیں تھیں جب معافی دی گئی تھی کیونکہ موجودہ معاملہ اس کی قیود میں شامل نہیں تھا۔ اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ عدالت عالیہ نے یہ فرض کرتے ہوئے غلطی کی کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ایسے معاملے میں معافی دے سکتا ہے جہاں جرم کی سزا سات سال یا اس سے زیادہ قید ہو سکتی ہے اور جس کی سماعت خصوصی طور پر سیشن عدالت کے ذریعے کی جا سکتی ہے۔ جس وقت معافی دی گئی تھی اس وقت کے مجموعہ ضابطہ فوجداری میں ایسے جرم کی بات کی گئی تھی جس کی سزا سات سال نہیں بلکہ دس سال تک ہو سکتی ہے۔ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 337 میں ترمیم، جو جنوری 1956 میں نافذ ہوئی، اس میں جیل کی سزا کے قابل جرم کی بات کی گئی تھی جس کی مدت سات سال تک ہو سکتی ہے، لیکن اس ترمیم میں 55-12-1 پر دی گئی معافی کے لیے کوئی درخواست نہیں ہو سکتی تھی۔ تاہم، ہمیں ایسا لگتا ہے کہ ضلع مجسٹریٹ کو خصوصی جج اور اس وجہ سے خصوصی طور پر قابل سماعت جرم سے متعلق مقدمے کے حوالے سے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 337 کے تحت معافی دینے کا اختیار حاصل تھا۔ ہمیں اس بات پر غور کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ آیا جرم کی سزا سات سال تک کی قید ہو سکتی ہے۔ فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ، سال 1952 کی دفعہ 8(3) کے تحت یہ واضح طور پر کہا گیا ہے کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری، 1898 کی توضیعات کے مقاصد کے لیے، خصوصی جج کی عدالت کو بغیر فیصلہ ساز کمیٹی یا تشخیص کاروں کی مدد کے مقدمات کی سماعت کرنے والی کورٹ آف سیشن سمجھا جائے گا۔ اس ایکٹ کے دفعہ 9 میں خصوصی جج کی عدالت سے عدالت عالیہ میں اپیل کا التزام کیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ عدالت عالیہ مجموعہ ضابطہ فوجداری، 1898 کے باب XXXI اور XXXII کے ذریعے دیے گئے تمام اختیارات کا استعمال کر سکتی ہے، گویا خصوصی جج کی عدالت بغیر فیصلہ ساز کمیٹی کے مقدمات کی سماعت کرنے والی سیشن عدالت ہو۔ لہذا، ایسا لگتا ہے کہ اگرچہ ایک خصوصی جج ابھی تک فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ کے تحت تشکیل دی گئی عدالت ہے، مجموعہ ضابطہ فوجداری اور اس ایکٹ کے مقاصد کے لیے، یہ ایک سیشن عدالت ہے۔ اس کے مطابق، ہماری رائے ہے کہ اگرچہ جرم خصوصی طور پر خصوصی جج کی عدالت کے ذریعے قابل سماعت تھا لیکن ضلع مجسٹریٹ کو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 337 کے تحت معافی دینے کا اختیار حاصل تھا کیونکہ خصوصی جج کی عدالت قانون کے مطابق سیشن عدالت تھی۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

تاہم، یہ تجویز کیا گیا تھا کہ معافی دینے کا مناسب اختیار خصوصی جج تھا نہ کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ، لیکن ہمیں ایسا لگتا ہے کہ اس معاملے میں خصوصی جج کا عہدہ سیشن عدالت کے جج کی طرح تھا۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 337 فقرہ میں ضلعی مجسٹریٹ اور مجسٹریٹ کے مشترکہ دائرہ اختیار پر غور کیا گیا ہے کہ وہ تحقیقات کرے یا معافی دینے کے لیے مقدمہ چلائے۔ ضابطے کی دفعہ 338 کی توضیعات کے مطابق، وابستگی کے بعد بھی لیکن فیصلہ منظور ہونے سے پہلے، جس عدالت سے وابستگی کی جاتی ہے وہ معافی دے سکتی ہے یا ارتکاب کرنے والے مجسٹریٹ یا ضلع مجسٹریٹ کو معافی دینے کا حکم دے سکتی ہے۔ لہذا ایسا لگتا ہے کہ اگر عدالت ہدایت دیتی ہے تو ضلعی مجسٹریٹ کو عہد کے بعد بھی معافی دینے کا اختیار حاصل ہے۔ فوجداری قانون (ترمیم) ایکٹ 1952 کی دفعہ 8 (2) کے تحت خصوصی جج کو معافی دینے کا اختیار بھی دیا گیا ہے۔ خصوصی جج کو یہ اختیار دینا کسی بھی طرح سے ضلعی مجسٹریٹ کو ضابطہ اخلاق کی دفعہ 337 کے تحت معافی دینے کے اپنے اختیار سے محروم نہیں کرتا ہے۔ جس تاریخ کو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے معافی دی تھی اس وقت معاملہ خصوصی جج کے سامنے نہیں تھا۔ اس لیے ہمیں لگتا ہے کہ اس استیمال میں کوئی بنیاد نہیں ہے کہ ضلع مجسٹریٹ کو رام سرن داس، سرکاری گواہ کو معافی دینے کا اختیار نہیں تھا اور اس کے نتیجے میں سرکاری گواہ کا ثبوت ناقابل قبول تھا۔

عدالت عالیہ کے نتائج انسداد رشوت ستانی ایکٹ 1947 کی دفعہ 5 (2) کے تحت اپیل گزاروں کے جرم کو ثابت کرتے ہیں، اور ہمیں یہ سوچنے کی کوئی کافی وجہ نہیں مل سکتی کہ اپیل گزاروں کو اس کے تحت غلط طور پر سزا سنائی گئی تھی۔

اس کے مطابق اپیلیں مسترد کر دی جاتی ہیں۔

اپیلیں مسترد کر دی گئیں۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document